International Research Jounral of Islamic Culture & Communication

IRJICC

ISSN:3007-4630 (P),3006-8304(E)

اسلامی تعلیمات میں بین المذاہب ہم آہنگی کا تصور: قرآن وحدیث کے تناظر میں

THE ISLAMIC PERSPECTIVE ON INTERFAITH HARMONY: A STUDY IN THE LIGHT OF THE QUR'AN AND HADITH

1. ***Dr. Zeenat Haroon***
dr.zeenat@uok.edu.pk
Associate Professor, Department of Quran and Sunnah - University of Karachi.

2. ***Hafiz Muhammad Tahir***
Qari.tahir1@gmail.com
PhD Scholar, Department of Quran and Sunnah, University of Karachi.

Vol. 04, Issue, 01, Jan-March 2026, PP:130-146

OPEN ACCES at: www.irjicc.com

Article History	Received	Accepted	Published
	15-01-26	03-02-26	30-03-26

Abstract

Interfaith harmony has become an increasingly significant subject in contemporary religious and social discourse due to growing cultural diversity and global interconnectedness. Islam, as a universal religion, provides comprehensive guidance regarding peaceful coexistence, mutual respect, justice, and constructive engagement with followers of other faiths. The Qur'an and the Sunnah of Prophet Muhammad (peace be upon him) contain numerous teachings that promote dialogue, tolerance, compassion, and cooperation among different religious communities while preserving the distinct identity and beliefs of each faith tradition.This study presents an overview of the concept of interfaith harmony as reflected in the Qur'an and the Prophetic traditions. It explores the fundamental principles of human dignity, religious freedom, justice, peaceful coexistence, and mutual understanding embedded in Islamic teachings. The article further examines the practical implementation of these principles during the life of Prophet Muhammad (peace be upon him), particularly in his interactions with Jews, Christians, and other religious groups. The study concludes that the

CC BY

Qur'an and Hadith provide a balanced framework for fostering peaceful interreligious relations while maintaining commitment to one's religious convictions. Such teachings remain highly relevant in addressing contemporary challenges related to religious diversity and social cohesion.

KeyWords : *Interfaith Harmony, Qur'an, Hadith, Religious Tolerance, Peaceful Coexistence, Human Dignity, Religious Freedom, Interreligious Dialogue, Islamic Teachings, Social Cohesion..*

تعارف

موجودہ دور میں دنیا مختلف مذاہب، تہذیبوں اور ثقافتوں کا گہوارہ بن چکی ہے۔ عالمگیریت، مواصلاتی ترقی اور انسانی روابط کے فروغ نے مختلف مذہبی گروہوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں بین المذاہب تعلقات اور ہم آہنگی کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ایسے حالات میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان باہمی احترام، رواداری، برداشت اور پرامن بقائے باہمی نہ صرف سماجی استحکام بلکہ عالمی امن کے لیے بھی ناگزیر حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

اسلام ایک عالمگیر دین ہے جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور فلاح کا پیغام لے کر آیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ میں انسانیت کے احترام، عدل و انصاف، مذہبی آزادی، حسنِ سلوک اور امن و سلامتی کے ایسے اصول بیان کیے گئے ہیں جو مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مثبت تعلقات کے قیام میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلام اگرچہ اپنے عقائد و تعلیمات کی حقانیت پر زور دیتا ہے، تاہم وہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ حسنِ معاشرت، مکالمہ، عدل اور خیر خواہی کی بھی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن مجید نے اہلِ کتاب کے ساتھ گفت و شنید کے لیے حکمت اور بہترین انداز اختیار کرنے کی تلقین کی ہے اور انسانی معاشرے میں اختلافِ عقیدہ کے باوجود عدل و انصاف کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ بین المذاہب ہم آہنگی، رواداری اور عملی تعاون کی روشن مثالوں سے بھرپور ہے۔ میثاقِ مدینہ، نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ حسنِ سلوک، اور مختلف غیر مسلم قبائل کے ساتھ معاہدات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اسلام نے مذہبی تنوع کو ایک سماجی حقیقت کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے پرامن بقائے باہمی کے اصول وضع کیے۔

زیرِ نظر مقالہ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بین المذاہب ہم آہنگی کے تصور کا اجمالی جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس میں ان بنیادی اصولوں کا مطالعہ کیا جائے گا جو مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان امن، احترام اور تعاون کو فروغ دیتے ہیں، تاکہ موجودہ دور میں بین المذاہب مکالمے اور سماجی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے اسلامی تعلیمات کی اہمیت کو واضح کیا جا سکے۔

اللہ رب العزت نے اپنی کتاب قرآن مجید میں تمام انسانیت اور تمام مذاہب کے لوگوں کے ساتھ احترام کا درس دیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾[1]

"اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو"

اور قرآن مجید ہی رب العالمین کی وہ کتاب ہے کہ جس پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے اور یہ اپنے عمل کرنے والوں کو دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ اچھے انداز کے ساتھ دین اسلام کی طرف بلانے کی ترغیب دیتا ہے اور سختی اور جبر سے منع کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ﴾[2]

"زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے"

بلکہ قرآن مجید تو رب العالمین کی شفقت اور محبت کی وہ کتاب ہے کہ جس میں رب العالمین نے دیگر مذاہب کا اس قدر احترام کا حکم دیا ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگ اگر کسی معبود کی عبادت کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے سوا تو تمہیں یہ حق نہیں کہ تم ان کے معبودوں کو برا بھلا کہہ سکو اور فرمایا کہ:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[3]

"اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جنکی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے"

اسی طرح اللہ رب العالمین قرآن مجید میں غیر مسلموں کے ساتھ محبت اور درگزر کا معاملہ کرنے کا فرماتے ہیں اور ان کے ساتھ اچھائی اور بھلائی کا رویہ رکھنے کا فرماتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾﴾[4]

"عادت کر درگذر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے"

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾﴾[5]

"سو کنارہ کر اچھی طرح کنارہ"

اب قرآن مجید میں جہاں دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی اور محبت کا رویہ رکھنے کا حکم ہے وہاں ان سے جہاد کرنے اور دوستی نہ رکھنے اور ان سے ترش رویہ رکھنے کا بھی حکم ہے اور اسلام پر اعتراض کرنے والے لوگ اسی بات کو جواز بنا کر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ پر تشدد اور نفرت انگیز رویہ رکھا جاتا ہے۔

دراصل جن آیات میں جہاد کرنے اور سختی کا ذکر ہے ان آیات کا پس منظر کو جانے بغیر ان کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو غلط فہمی

پیدا ہوتی ہے۔ ان آیات میں سے چند ایک کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے تا کہ اس سے جائزہ لیا جا سکے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾(6)

"اے ایمان والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو"

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں بہت صاف الفاظ میں یہود و نصاریٰ سے تعلق اور دوستی رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اب ہم اگر غور کریں تو اس میں اس حکم کے نافذ ہونے کی دو صورتیں ہمیں نظر آتی ہیں جو ممکن ہے پہلا یہ کہ اس آیت مبارکہ کہ حکم کو عام مانا جائے۔ مطلب اس کا حکم تمام علاقوں کے یہود و نصاریٰ پر کیا جائے اور دوسرا یہ کہ اس کا حکم خاص مانے مطلب علاقے کے یہود و نصاریٰ پر۔

اب اگر اس کا حکم عام مانا جائے تو اس صورت میں اس کا تعارض آتا ہے قرآن مجید کی بعض آیات مبارکہ سے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾﴾(7)

"تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا یہودیوں کو اور مشرکوں کو اور تو پاوے گا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ نصاریٰ میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے"

اب اس مذکورہ بالا آیت کو دیکھا جائے تو اس مین یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کے معاملے میں سخت اور نصاریٰ کو ان کے قریب قرار دیا ہے اور آگے چل کر ارشاد ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾(8)

"آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے"

اس آیت مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں یہود و نصاریٰ کا طعام بھی جائز قرار دیا گیا ہے اور اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور ہم ان کے ساتھ بیٹھ کر کھا سکتے ہیں۔

اس پر تفہیم القرآن میں اس آیت کی وضاحت میں لکھا ہے:

"اہل کتاب کے کھانے میں ان کا ذبیحہ کا بھی شامل ہے ہمارے لیے ان کا اور ان کے لیے ہمارا کھانا حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ اور چھوت چھات میں ہے ہم ان کے ساتھ کھا سکتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ"(9)

اب اسی طرح یہود و نصاریٰ کی خواتین کو بھی نکاح میں لینے کی اجازت اسی آیت مبارکہ میں دی گئی ہے اب جب یہ کوئی خاتون اس کے بچوں کی ماں ہو گی اور اس کے والدین اس کے ساس سسر اس کے لیے بدرجہ والدین کے ہوں گے تو یہ رشتے تو قائم ہی محبت پر ہوتے ہیں تو ان سے اگر محبت نہ ہو تو یہ رشتے کیسے قائم ہو سکتے ہیں۔

دین اسلام کے ماننے والوں پر اسلام کی دعوت پوری دنیا کو حکمت اور شائستگی کے ساتھ رہنا لازم ہے مگر اہل کتاب کے لیے الگ سے خاص حکم آیا ہے۔

﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾[10]

"اور جھگڑا نہ کرو اہل کتاب سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو"

ابتداء اسلام سے ہی مسلمانوں کا یہ رویہ رہا ہے کہ دوسری اقوام کے لوگون کے ساتھ ایسے مراسم اور تعلقات رکھے جائیں جس میں شائستگی اور محبت ہو کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ آپس کی شائستگی اور عمدہ اخلاق کی گفتگو کے بغیر انسان کسی کی بات کو قبول نہیں کرتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے دور میں وہ اہل کتاب جو آپ کے اس شائستہ رویہ اور رحم دلی کے باوجود آپ کی عداوت سے باز نہ آئے تھے ان ہی کے لیے خاص سورہ مائدہ کی اس آیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے دور میں اکثریت یہود و نصاریٰ منافقین و مشرکین کے ہمراہ ایمان والوں کی دشمنی میں ان کے خلاف مختلف سازشی حربوں میں ملوث رہتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو خود بھی ان کی جانب سے خطرہ رہتا تھا اور آخر معاہدات توڑ کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے سامنے آگئے۔ یہی وجوہات تھی کہ ان سے دوستی سے منع کیا گیا۔

اور انہیں رازدار بنانے سے اس لیے روکا گیا کہ وہ ایک تو مخلص نہیں دوسرا ان کے دل میں ایک دشمنی رہتی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾[11]

"اے ایمان والو نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں انکی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو نکلی پڑتی ہے دشمنی انکی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے انکے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے ہم نے بتا دیے تم کو پتے اگر تم کو عقل ہے"

اسی طرح اہل کتاب کا اسلامی تعلیمات اور شعائر اسلام کا مذاق اڑانا بھی ان سے دوستی کی ممانعت کا ایک سبب بنا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾﴾[12]

"اے ایمان والو مت بناؤ ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل وہ لوگ جو کتاب دیے گئے تم سے پہلے اور نہ کافروں کو اپنا دوست اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے۔ اور جب تم پکارتے ہو نماز کے لئے تو وہ ٹھہراتے ہیں اس کو ہنسی اور

کھیل یہ اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں۔ تو کہہ اے کتاب والو کیا ضد ہے تم کو ہم سے مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں"

اور اسی طرح ایک اور مقام پر رب کریم نے ان کے دین اسلام سے عداوت اور ان کے منافقانہ طرز کو یوں ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾﴾[13]

"اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی چلے گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپائے ہوئے تھے۔ اور تو دیکھے گا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں گناہ پر اور ظلم اور حرام کھانے پر بہت برے کام ہیں جو کر رہے ہیں۔ کیوں نہیں منع کرتے انکے درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بہت ہی برے عمل ہیں جو کر رہے ہیں"

اور یہی وہ بات ہے کہ جس میں رب تعالیٰ نے عرب کے اہل کتاب سے متعلق حتمی فیصلہ اتارا اور فرمایا:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾﴾[14]

"لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اسکو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اسکے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر"

اب اہل کتاب نے اس کے باوجود جب اپنی دشمنی پر مبنی اعمال کو نہ چھوڑا اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی جاری رکھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بات کو نافذ فرمایا:

"لا يجتمع دينان في جزيرة العرب"[15]

"جزیرہ عرب میں دو دین اکھٹے نہیں ہو سکتے۔"

اور جو سورۃ توبہ کے اندر رب تعالیٰ نے غیر مسلموں سے جہاد کا حکم دیا اور ان سے سختی کے معاملے کا فرمایا تو وہ بھی اسی لیے دیا اور فرمایا:

﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾﴾[16]

"پھر جب گذر جائیں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیر و اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو ان کا رستہ بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان"

اور آگے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾﴾[17]

"اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے اس برس کے بعد اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آئندہ غنی کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے"

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾﴾[18]

"اے نبی لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے اور تند خوئی کر ان پر اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے"

اسی طرح ارشادِ ربانی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾﴾[19]

"اے ایمان والو مت پکڑو اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان سے اور جو تم میں انکی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہیں گنہگار"

مندرجہ بالا آیت مبارکہ سورۃ التوبہ سے ہے جس میں جہاد کا ذکر ہے اور منافقین و مشرکین نے یہود و نصاریٰ کی ملی بھگت سے ایسی صورتحال پیدا کر لی تھی کہ اس وقت ماسوائے جنگ کی کوئی صورت باقی نہ تھی۔ اور قرآن مجید اس وقت کا بیان یوں فرمایا ہے کہ:

﴿كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸﴾ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾﴾[20]

"بھلا ان سے عہد کیونکر پورا کیا جائے جب ان کا یہ حال ہے کہ اگر تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔ یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن انکے دل ان باتوں کو قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔ یہ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیں۔ یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا اور یہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اب اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کے لئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے

ہیں۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو انکی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آجائیں۔ بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر کو وطن سے نکالنے کا ارادہ کر لیا اور انہوں نے تم سے عہد شکنی کی ابتداء کی۔ کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو سو ڈرنے کے لائق تو اللہ ہے اگر تم ایمان والے ہو۔"

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں پر یہود و نصاریٰ نے حالات کو ایسا بنا دیا تھا جو جنگ کی طرف جا رہے تھے یا یہ کہنا بھی بجا ہو گا کہ مسلمان ایک جنگ کی کیفیت سے گزر رہے تھے۔

معاہدات کی پامالی تھی اور امن خراب کرنے کی ہر کوشش کی جا رہی تھی اور بار بار خفیہ تدبیریں کی جا رہی تھی اور انہیں پریشان کرنے اور تکالیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جا رہا تھا۔ اب ایسے وقت میں دنیا کی طاقتیں شاید اس سے بڑھ کر ردِ عمل دیتی مگر اسلام نے پھر بھی بہت بہتر طریقے سے جواب دیا۔

اسی لیے ان مذکورہ حالات کے پیش نظر ان سے جہاد کیا گیا اور اس کے باوجود جو شخص اس قدر دشمنی کرنے کے بعد بھی اگر اسلام کی طرف آیا تو اسے مرحبا کہا گیا اور اس کی تمام پرانی خطاؤں کو معاف کیا گیا اور جو کافر بغیر ایذاء پہنچائے امن سے رہے انہیں امن دیا گیا۔

اور ان تمام حالات کے ماسواء دین اسلام میں دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے اچھے معاملات اور سلوک سے منع نہیں کیا گیا۔ اور جب ہم سورۃ ممتحنہ کی ابتدائی آیات کو دیکھتے ہیں جہاں یہ فرمایا گیا کہ جو اللہ اور اس کے بندوں کے دشمن جو ان سے زیادتی کرتے ہیں انہیں تم اپنا ولی نہ بناؤ تو اس کے فوراً بعد یہ فرمایا گیا کہ:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٨﴾ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٨﴾﴾[21]

"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمکو تمہارے گھروں سے نکالا انکے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تمکو منع نہیں کرتا۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ انہی لوگوں کے ساتھ تمکو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تمکو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں۔"

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ دیگر مذاہب کے ماننے والے لوگوں میں سے جن لوگوں نے مسلمانوں کو اذیت نہپ پہنچائی ہو اور ان کو ایذاء پہنچانے میں کسی طرح بھی ملوث نہ ہو ان کے ساتھ دوستانہ ہمدردی کا رویہ رکھنا کسی طرح بھی تعلیمات دین اسلام کے خلاف نہیں۔ کیونکہ دین اسلام اور قرآن کا عمومی رویہ تو محبت، رواداری، عفو درگزر کا درس دیتا ہے اور اپنے عقائد کو احسن انداز میں بیان کرنے اور دوسرے کی مخالفت کو صبر سے برداشت کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾﴾[22]

"اور جو جو دل آزار باتیں یہ لوگ کہتے ہیں انکو سہتے رہو اور خوبصورتی سے ان سے کنارہ کش رہو۔"

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾﴾[23]

"اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو مخلوقات ان میں ہے سب کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور قیامت تو ضرور آکر رہے گی تو تم ان لوگوں سے اچھی طرح سے درگذر کرو۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار ہی سب کچھ پیدا کرنے والا ہے جاننے والا ہے۔"

اور اسلام اپنے ماننے والوں کی یہ صفت بتاتا ہے:

﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾﴾[24]

"جو آسودگی اور تنگی میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔ اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

احادیث نبوی ﷺ میں بین المذاہب ہم آہنگی کا تصور

سرکارِ دوعالم ﷺ تمام عالم کے لیے رحمت ہے اور آپ کو رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے اور خود قرآن میں فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾﴾[25]

"اور اے نبی ﷺ ہم نے تمکو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اور آپ ﷺ کی ذات گرامی کو تمام عالم کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[26]

"تمہارے لئے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال"

اور سرکارِ دوعالم ﷺ نے جب آپ کے پاس کچھ نہ تھا اور دنیاوی حالات میں کمزوری تھی تب بھی اور جب آپ ﷺ کو مکمل اختیارات حاصل ہو گئے تھے ان دونوں حالات میں تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک فرمایا اور آپ ﷺ کے ساتھ جو ابتداء اسلام میں توہین اور تکالیف کا معاملہ ہوا آپ ﷺ نے اختیارات کے وقت ان سب کو بڑی کندہ پیشانی سے معاف فرمایا اور تمام تکالیف کو درگزر کیا حتیٰ کہ جن لوگوں نے یہ سب کیا تھا ان کو بھی آپ ﷺ نے معاف فرماتے ہوئے ان کے گھروں کو امن کا مقام قرار دیا۔

جب سرکارِ دوعالم ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تھی تو آپ ﷺ کو پکڑوانے والے کے لیے آگے بڑھا اور وہاں پہنچ کر اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور اس نے نبی ﷺ سے معافی مانگی آپ ﷺ نے اسے معاف فرمایا جب فتح مکہ کے موقع پر سراقہ بن مالک مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ نے اس کے سابقہ جرم کا ذکر تک نہ فرمایا۔[27]

اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب ذات الرقاع سے واپس ہوئے تو راستے میں ایک جگہ آپ ﷺ نے آرام فرمانے کے لیے رکے اور سو گئے ایک دیہاتی نے دیکھا اور تلوار سونت لی اور کہا اے محمد (ﷺ) تمہیں اب مجھ سے کون بچائے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ بچائے گا۔ اس کی تلوار گر گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگئے لیکن سرکارِ دوعالم ﷺ نے اسے معاف فرمادیا۔[28]

اسی طرح جب حدیبیہ کے مقام پر 80 افراد کا ایک جھتہ جبل متنعیم کی طرف سے آیا اور اس ارادے سے کہ آپ ﷺ پر حملہ کر کے انہیں قتل کرے لیکن مسلمانوں نے انہیں پکڑ لیا اور آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔[29]

مکی دور میں اللہ کے نبی ﷺ کا اور مسلمانوں کے جو سب سے بڑے دشمن تھے ان میں ابو سفیان اور ابو جہل سر فہرست تھے اور ابو جہل غزوہ بدر میں مارا گیا لیکن اس کا بیٹا عکرمہ زندہ رہا اور مسلمانوں کے خلاف کئی جنگوں میں شریک رہا لیکن فتح مکہ کے بعد اس کی بیوی ایمان لے آئی اور یہ یمن کی طرف بھاگ گیا پھر اس کی بیوی اسے ساتھ لے آئی اور جب یہ دونوں سرکارِ دوعالم ﷺ کے سامنے آئے تو آپ ﷺ فوراً اٹھے اور اسے گلے سے لگایا اور فرمایا:

"مرحباً بالرکب المھاجر"[30]

"اے ہجرت کرنے والے سوار تیرا آنا مبارک ہو"

اسی طرح جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تو ستر مشرکین کے لوگ مسلمانوں کے قید میں آئے تو آپ ﷺ نے ان قیدیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کیا اور حکم دیا کہ ان کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرو اور پھر اس بارے میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابو عزیز بن عمیر فرماتے ہیں کہ:

"وہ اس جنگ میں نضر بن حارث کے بعد مشرکین کے علم بردار تھے، فرماتے ہیں کہ انہیں بعض انصار کے حوالے کیا گیا، رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کا ان پر یہ اثر تھا کہ صبح وشام کھانے کے وقت مجھے روٹی کھلاتے اور خود کھجور کھا کر رہ جاتے ان میں سے کسی کو روٹی کا ٹکڑا بھی ملتا تو مجھے دے دیتے اسے ہاتھ نہیں لگاتے اس سے مجھے شرم محسوس ہوتی۔"[31]

اس کے علاوہ بھی جب کبھی مسلمانوں کے پاس قیدی لائے گئے ان سے یہ معاملہ فرمایا جیسا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"کان رسول اللہ ﷺ یوتی بالاسیر فیدفعه الی بعض المسلمین فیقول احسن الیه فیکون عنده

الیومین والثلاثة فیوثرہ علی نفسه"[32]

"رسول اللہ ﷺ کے پاس قیدی لایا جاتا تو آپ ﷺ اسے کسی مسلمان کے حوالے کر دیتے اور فرماتے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے یہ قیدی اس کے پاس دو تین دن رہتا اور وہ مسلمان اس کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتا تھا۔"

اسی طرح سرکارِ دوعالم ﷺ نے یہودیوں کی دعوت بھی قبول فرمائی جیسا کہ مسند احمد میں روایت ہے کہ:

"ان یہودیا دعا النبی ﷺ الی خبز شعیر واہالة سنخة فاجابه"[33]

"ایک یہودی نے آپ ﷺ کو جو کی روٹی اور بدبودار چربی کی دعوت دی تو آپ ﷺ نے قبول فرمالی"

جیسے کے پہلے ذکر ہوا کہ مکی دور میں بڑے دشمنوں میں ابوسفیان اور ابوجہل تھے اور جب فتح مکہ کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو نبی ﷺ کے پاس لائے تو آپ ﷺ نے اسے معاف کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے گھر کو بھی امان قرار دیا اور فرمایا:

"من دخل دار ابی سفیان فھو امن"[34]

اسی طرح جب باہر سے وفد آتے تو آپ ﷺ ان کی خدمت اور میزبانی خود فرماتے اور جب حبشہ سے نصاریٰ کا ایک وفد آیا تو آپ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرایا اور ان کی خدمت خود کی اور فرمایا:

"انھم کانوا الاصحابنا مکرمین، وانی احب ان اکافئھم"[35]

"یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لیے ممتاز و منفرد حیثیت رکھتے ہیں اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں بذاتِ خود ان کی تعظیم و تکریم اور مہمان نوازکروں"

اور جب نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تو نہ صرف سرکارِ دوعالم ﷺ نے انہیں مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرائے بلکہ انہیں ان کے ذہن کے مطابق نماز ادا کرنے کی بھی اجازت دی اور انہوں نے مشرق کی جانب رخ کر کے نماز پڑھی۔[36]

اسی طرح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک مجلس سے گزرے جس میں مسلمانوں کے ساتھ مشرک، بت پرست اور یہودی بھی تھے تو آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔[37]

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری ماں جو مشرک تھی مجھ سے ملنے آئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں اس سے تعاون و ہمدردی کر سکتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ صلح رحمی کرو۔[38]

اور جب قبیلہ ثقیف کا وفد اسلام قبول کرنے سے پہلے مدینے آیا تو جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں بھی مسجد نبوی ﷺ میں قیام کروایا۔ ان کے کھانے پینے کا انتظام حضرت خالد بن سعید فرماتے تھے۔[39]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ کسی یہودی سے پینے کی کوئی چیز مانگی اس نے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو آپ ﷺ نے اسے دعا دی کہ رب کریم تمہیں ہمیشہ حسین و جمیل رکھے۔[40]

آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا جب انتقال ہوا تو ان کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ﷺ کو اس بارے میں

اطلاع دی تو آپ ﷺ رونے لگے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمانے لگے لیکن جب رب کریم نے اس سے منع فرمایا تو آپ رک گئے۔ (41)

اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا کہ میرے والد ابو طالب کی تدفین کا کیا ہو گا تو اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ انہیں دفن کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تو مشرک تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا نہیں دفن کرو اور سیدھا میرے پاس آؤ۔ جب میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کا حکم دیا اور دعا دی۔ (42)

اسی طرح اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

"ان النبی اشتری طعاما من یھودی الی اجل ورھنه درعه من مرین" (43)

"رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رھن رکھوائی اور ایک مدت کے لیے غلہ خریدا"

اور احادیث میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے تحفے دینے اور لینے کا ثبوت بھی موجود ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ:

"ان کسریٰ اھدی له فقبل وان الملوک اھدوا الیه فقبل منھم" (44)

"کسریٰ نے آپ ﷺ کو ہدیہ پیش کیا آپ ﷺ نے قبول فرمایا بادشاہوں نے آپ ﷺ کو ہدیے دیئے آپ ﷺ نے قبول فرمائے۔"

اسحاق بن عبد اللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیس سے زیادہ اونٹوں کے عوض ایک جوڑا خریدا اور ذی یزن کو تحفہ میں بھیجا۔ (45)

جناب نبی کریم ﷺ نے جن لوگوں کے ساتھ معاہدات فرمائے تھے ان کے ساتھ کبھی آپ ﷺ نے برا سلوک نہیں رکھا اور یہاں تک کہ ان معاہدات کی مکمل پاسداری کی اور اگر ان کے ساتھ کسی قسم کی تکلیف ہوئی تو برابری کی بنیاد پر ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ فرمایا۔ اور ایک موقع پر فرمایا:

"من قتل معاھدا المیرح رائعه الجنه وان ریحھا لتوجد من میرۃ اربعین عاماً" (46)

"جب کسی نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے۔"

اور اسی طرح دیگر مذاہب کے لوگوں سے حسن سلوک سے متعلق فرمایا:

"الا من ظلم معاھدا او نقضه او کلفه فوق طاقته او اخذ منه شیاء بغیر طلب نفس فاتا حجیعه یوم القیامه" (47)

"خبردار جس کسی نے کسی معاہد پر ظلم کیا اس کا حق مارا یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس سے کوئی چیز اس کی خوشی کے بغیر لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے جھگڑوں گا۔"

اور پھر اس بات کا اپنے عمل سے ثابت فرمایا، یحییٰ بن آدم القری نقل فرماتے ہیں:

"ان رجلاً من المسلمین قتل رجلا من اهل الکتاب فرقع الی النبی ﷺ۔ فقال رسول اللہ ﷺ انا احق من وفی بذمتہ ثم امر بہ فقتل"[48]

"ایک مسلمان نے ایک اہل کتاب کو قتل کیا اور مقدمہ نبی کریم ﷺ کے پاس فیصلہ کے لیے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں اہل ذمہ کا حق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے قاتل کے بارے میں قتل کرنے کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔"

اسلام کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو دیگر مذاہب کے لوگوں سے تعلق ختم کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن اسلام نے جو احکامات دیے ہیں وہ اس بات کی مکمل تردید کرتے ہیں جیسا کہ جلال الدین عمری لکھتے ہیں:

"کہا جاتا ہے کہ اسلام علیحدگی پسند ہے اور فرد کے اندر یہی رجحان پیدا کرتا ہے، نیز وہ دوسرے مذاہب کے ماننے اور مخالف نقطہ نظر رکھنے والوں سے قطعہ تعلق کا حکم دیتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو ان سب افراد سے کاٹ دیتا ہے جو اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ جہاں تک ان اعتراضات کا تعلق ہے اسلام کی واضح تعلیمات اس کی تردید کرتی ہیں وہ غیر مسلموں سے عام انسانی اور اخلاقی روابط سے کبھی منع نہیں کرتا اس کے ساتھ وہ رویہ نہیں چاہتا کہ مسلمان کسی دوسرے گروہ میں ضم ہو جائیں اس کے لیے کچھ حدود مقرر کر رکھی ہیں۔"[49]

اسلام جہاں رواداری کے فروغ کے لیے بہترین تعلقات کا کہتا ہے وہاں ان تعلیمات میں کچھ احتیاط کا حکم بھی دیتا ہے تا کہ دین کا تشخص ہے وہ برقرار رہ سکے اور اس قدر انسان آگے نہ بڑھ جائے گا جس سے اس کے ذہن سے اسلام کی تمام حدود و قیود نکل جائے اس حوالے سے چند ایک شرائط ہے۔

1۔ مسلمان کیخلاف سازشیں کرنے والوں کو اپنا ہم راز بنانے سے ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾ ﴾[50]

"مومنو! کسی غیر مذہب کے آدمی کو اپنا رازدار نہ بنانا یہ لوگ تمہاری خرابی میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ جس طرح ہو تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے۔ اور جو کینے ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔"

2۔ دین اسلام حد سے زیادہ نرمی کا قائل نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿٩﴾ ﴾[51]

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔"

3۔ جنگ وجدال پر آمادہ وپر امن میں فرق

سید جلال الدین عمری فرماتے ہیں کہ:

"قرآن مجید نے غیر مسلموں سے تعلقات کے حوالے سے واضح کر دیا ہے کہ غیر مسلموں سے ہم آہنگی اور رواداری کے حدود وضابطے اور اصولی قاعدے کیا ہیں۔ جو لوگ اسلام کے نظام فکر و عمل سے اختلاف رکھتے ہیں وہ دو طرح کے رویے اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک رویہ عداوت اور مخالفت کا ہو گا کہ وہ مسلمانوں کو آزادی اور امن وسکون سے رہنے دیں اور اسلامی ریاست سے ان کی جنگ جاری ہو۔ دوسر ارویہ آزادی، حریت فکر و عمل اور ظلم وزیادتی سے اجتناب کا ہو گا، اسلام نے ان دونوں رویوں کے درمیان فرق کیا۔ وہ پہلے گروہ سے تمام انسانی ہمدردی اور تعاون سے منع نہیں کرتا البتہ معاملات اور رازدارانہ تعلقات سے احتراز کا حکم دیتا ہے کیونکہ یہ خبر دشمن کو تقویت پہنچانے کے ہم معنٰی ہے۔ جہاں تک دوسرے گروہ کا تعلق ہے اس کے ساتھ حسن سلوک تعاون اور ہمدردی کی بہر حال اجازت ہے اس نے اس سے منع نہیں کیا۔"(52)

4۔ غیر مسلموں کی ایذاء سے بچنے کے لیے ان سے تعلقات رکھنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً﴾(53)

"مومنوں کو چاہیے کے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ عہد نہیں۔ ہاں اگر اس طریق سے تم ان کے شر سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو تو مضائقہ نہیں"

5۔ دنیا کے کاموں میں آپس کا اتحاد کی اجازت

مومنوں اور کافروں کے درمیان محبت اور اتحاد صرف امور دین اور مملکت کے اہم کاموں میں ممنوع ہے۔ دنیا کے مصالح جن کا ضرورت تقاضا کرتی ہے ممانعت نہیں۔(54)

صاحب طبقاتِ ابن سعد فرماتے ہیں کہ:

"ہجرت مدینہ کے سفر میں ایک رہبر عبد اللہ بن اریقط تھا جو اس زمانے میں کوپر تھا مگر یہ دونوں (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور جناب نبی کریم ﷺ) اس سے مطمئن تھے۔"(55)

علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں کہ:

"مسلمان حاکم ہوں یا رعایا فنی امور جو دین سے متعلق نہیں مثلاً طب، ضعف، زراعت وغیرہ میں مسلمانوں سے تعاون حاصل کر سکتے ہیں اگر ان کے حق میں بہتر یہ ہے کہ وہ ان امور میں خود کفیل ہوں۔"(56)

6۔ اسلام کی توہین نہ ہو

علامہ ذحیلی فرماتے ہیں کہ:

"کفار کے ساتھ ایسی دوستی ممنوع ہے جس سے تیری دین کی رسوائی ہو یا تیرے دینی بھائیوں کو اذیت پہنچے یا وقار اور مفاد کو نقصان پہنچے۔"(57)

7۔ دینی معاملات کے حدود

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾(58)

"جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں تسلیم کی گئی ہے اس کی طرف آؤ"

اس آیت کے تناظر میں اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ پر امن تعلقات کا خواہاں ہے اور اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس سے آپس میں جو تعلق پیدا ہوتا ہے اس کے ذریعے اسلام کی دعوت کی راہ ہموار ہو سکے۔ اور اس دوران اس چیز کا خیال رہے کہ اس تعلق سے تعلیمات اسلام کی خلاف ورزی نہ ہو۔

نتیجہ (Conclusion)

قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے بین المذاہب ہم آہنگی، باہمی احترام اور پر امن بقائے باہمی کے ایسے اصول فراہم کیے ہیں جو ہر دور کے انسانی معاشرے کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ اسلام اگرچہ اپنے عقائد و تعلیمات کی حقانیت پر کامل یقین رکھتا ہے، تاہم وہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ عدل، احسان، رواداری اور حسنِ سلوک کا بھی درس دیتا ہے۔ قرآن مجید نے انسانی عظمت، مذہبی آزادی اور باہمی تعاون کے اصولوں کو اجاگر کرتے ہوئے اختلافِ عقیدہ کے باوجود امن و انصاف کو برقرار رکھنے کی تلقین کی ہے۔ اسی طرح سیرتِ نبوی ﷺ اور احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مختلف مذہبی گروہوں کے ساتھ تعلقات میں عملی طور پر رواداری، مکالمہ، عہد و پیمان کی پاسداری اور انسانی ہمدردی کا بہترین نمونہ پیش فرمایا۔ میثاقِ مدینہ، اہلِ نجران کے ساتھ حسنِ سلوک، اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ سے متعلق نبوی تعلیمات اس حقیقت کی عکاسی کرتی ہیں کہ اسلام کا مطلوبہ معاشرہ باہمی احترام اور عدل و انصاف پر قائم ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں جب مذہبی اختلافات بعض اوقات تنازعات اور کشیدگی کا سبب بن جاتے ہیں، قرآن و سنت کی یہ تعلیمات بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ ان تعلیمات کی روشنی میں مختلف مذاہب کے پیروکار باہمی احترام، تعمیری مکالمے اور مشترکہ انسانی اقدار کے ذریعے ایک پر امن، مستحکم اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا بجا ہو گا کہ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ایک متوازن، جامع اور پائیدار فکری و عملی بنیاد فراہم کرتے ہیں، جو عصرِ حاضر کے عالمی چیلنجز سے نمٹنے میں بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International

License.

حوالہ جات (References)

1. الاسراء 17:70۔
2. البقرہ 2:156۔
3. الانعام 6:108۔
4. الاعراف 7:199۔
5. الحجر 15:85۔
6. المائدہ 5:51۔
7. المائدہ 5:82۔
8. المائدہ 5:5۔
9. مودودی، ابو اعلیٰ، تفہیم القرآن، کراچی، ترجمان القرآن، 1998ء، ج1، ص447۔
10. العنکبوت 29:46۔
11. آلِ عمران 3:188۔
12. المائدہ 5:57۔59۔
13. المائدہ 5:61۔63۔
14. التوبہ 9:29۔
15. امام مالک بن انس، الموطا، کتاب الجامع، باب اجلاء الیہود من المدینۃ، بیروت، دار الفکر، 1989ء، حدیث 1388۔
16. التوبہ 9:5۔
17. التوبہ 9:28۔
18. التوبہ 9:73۔
19. التوبہ 9:23۔
20. التوبہ 9:8۔13۔
21. الممتحنہ 60:9، 8۔
22. المزمل 73:10۔
23. الحجر 15:86، 85۔
24. آلِ عمران 3:134۔
25. الانبیاء 21:107۔

26. الاحزاب 33:21۔

27. ابن حجر، احمد بن علی عسقلانی، الاصابۃ، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1328ھ، ج2، ص8۔

28. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ریاض، دارالسلام، 1423ھ، کتاب المغازی، باب ذات الرقاع، ص، 338۔

29. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ الفتح، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، 1429ھ، ص1985۔

30. ایضاً، کتاب الاستذان، باب ماجاء فی مرحبا، ص1927۔

31. شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، لکھنؤ، الفیصیل تاجران وناشران، س۔ن، ج2، ص257، 256۔

32. زمخشری، ابو القاسم محمد بن عمر، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، بیروت لبنان، دارالکتاب العربی، س۔ن، ج4، ص668۔

33. احمد بن حنبل، المسند، مصر، المطبعہ المیمنیہ، 1313ھ، ج3، ص211۔

34. القشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، ریاض، درالسلام، 1422ھ، کتاب الجاد، باب فتح مکہ، حدیث:4647۔

35. بیہقی، حسین بن علی، شعب الایمان، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، س۔ن، ج6، ص518۔

36. ابن سعد ابو عبد اللہ محمد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، لبنان، دار صادر، 1958ء، ج1، ص357۔

37. محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاستیذان، باب، ص527۔

38. ایضاً، کتاب الھبہ، باب الھدیہ للمشرکین، حدیث2620۔

39. ابن ہشام، عبد المالک، السیرۃ النبویہ، بیروت، دار صادر التراث العربی، 1911ء، ج4، ص197، 194۔

40. ابن ہمام، ابو بکر عبد الرزاق، المصنف، بیروت،، الکتب الاسلامی، ج10، ص392۔

41. ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج1، ص124، 123۔

42. ابو داؤد، سلیمان ابن اشعث، السنن، ریاض، درالسلام، 1422ھ، کتاب الجنائز، باب الرجل یموت لہ۔۔ الخ، حدیث1464۔

43. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب شراء النبی، حدیث2068۔

44. ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، ابواب السیر، باب ماجاء فی قبول ہدایا المشرکین، حدیث1814۔

45. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب اللباس، باب لیس المرتفع، حدیث4034۔

46. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجزیہ، باب اثم من قتل معاہد الغیر جرم، حدیث1366۔

47. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اہل الذمہ اذا اختلفوا، حدیث3052۔

48. القرشی، یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج، لاہور، مطبع المکۃ العلیمہ، ص215۔

49. عمری، جلال الدین، غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، علی گڑھ، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، 1999ء، ص13۔